پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

دینی مدارس کے خلاف بے نظیر ایکشن پلان

تحریر:- صفدر علی چوہدری

پاکستان پیپلزپارٹی کی چیئرپرسن بینظیر بھٹو کی خودساختہ "ملک بدری" کے دوران پاکستانی اخبارات میں انہیں "موجود" رکھنے کے لئے ان کی میڈیا ٹیم ان سے منسوب عجیب و غریب بیانات شائع کرا رہی ہے۔ ان میں سے قابل ذکر بیانات کی کلی یا جزوی طور پر تردید آ جاتی ہے یا ان میں بعداز اشاعت اصلاح فرمادی جاتی ہے۔ ماہرین ذرائع ابلاغ اس طرز عمل کو ایسی خود اختیار کردہ ڈس انفارمیشن قرار دیتے ہیں جس کے ذریعے ایک فرد کسی نہ کسی بہانے پریس میں موجود رہتا ہے۔ بقول شاعر ؎

بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا؟

12 اکتوبر سے پہلے ان کے صفحات اول و آخر مرکزی و صوبائی حکومتوں کے اشتہارات سے اس قدر لدے ہوئے تھے کہ وہاں خبروں کے لئے ایک چوتھائی جگہ رہ جاتی تھی۔ اب نئے اشتہارات تو کیا چھ ماہ پہلے شائع شدہ اشتہارات کی رقم بھی وصول نہیں ہو رہی ہے۔ کیا فائدہ ایسی آزادی کا کہ اخبارات کو اس مدت میں نہ صرف لاکھوں روپے کے اشتہارات سے محروم کر دیا گیا ہے' بلکہ آئندہ بھی بڑے بڑے اشتہارات شروع ہونے کا دور دور تک کوئی چانس نظر نہیں آتا۔

بے نظیر صاحبہ نے فرمایا ہے کہ "پاکستان کی سالمیت خطرے میں ہے' ملک میں پھیلے ہوئے دینی مدارس ایک بڑا خطرہ ہیں' جہاں انتہاپسندوں اور دہشت گردوں کو تربیت دی جاتی ہے' ہم نے اپنے دور حکومت میں انہیں ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی' لیکن گزشتہ چند برسوں میں یہ پھر سر اٹھا رہے ہیں' مغربی دنیا اس بارے میں کوئی مارشل پلان تیار کرے" بے نظیر صاحبہ کے ارشادات سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ پاکستان میں اپنے سیاسی مستقبل سے بری طرح مایوس ہو چکی ہیں اور وطن عزیز میں اسلامی تحریکوں کی گراس روٹ لیول تک تنظیمی گرفت نے انہیں شدید ذہنی صدمے سے دوچار کر دیا ہے۔ بے نظیر بھٹو نے اپنے دور حکومت میں دینی مدارس ختم کرنے کی بات کی ہے' وہ چند ایک ایسے مدارس کے نام تو بتائیں جو اس وقت ختم ہو گئے تھے اور اب دوبارہ سر اٹھا رہے ہیں۔ وہ تو خود نظریہ ضرورت کے تحت سر پر دوپٹہ اور ہاتھ میں تسبیح پکڑ کر کیمرے کے سامنے آتی تھیں اور اس دوران ایران گئیں تو ایرانی خواتین کی طرح سر سے لے کر پاؤں تک کالی چادر میں لپٹی نظر آئیں۔ جنگ عظیم کے بعد مغرب نے اس خطے میں قادیانیت کے نام سے ایک جعلی فرقے کی داغ بیل ڈال کر امت مسلمہ میں نقب زنی کرنے کا جو ماسٹر پلان بنایا تھا' وہ بھی 1973ء میں ایک زبردست عوامی اور دینی تحریک کے نتیجے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب کو دینی مدارس کے نام سے ڈرایا جا سکتا ہے' لیکن دینی مدارس کے اتنے احسانات امت اسلامیہ پر ہیں کہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا ماسٹر پلان بنانا اب کسی اندرونی یا بیرونی طاقت کے بس کی بات نہیں۔

بے نظیر بھٹو نے اپنے دورِ حکومت میں دینی مدارس ختم کرنے کی بات کی ہے' وہ چند ایک ایسے مدارس کے نام تو بتائیں جو اس وقت ختم ہو گئے تھے اور اب دوبارہ سر اٹھا رہے ہیں۔

مغرب کی کمزوریوں کو بے نظیر بھٹو سمجھتی ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ دو تین صدیاں

پہلے جب مغربی ممالک مسلم ممالک کو غلام بنانے کیلئے پیش قدمی کر رہے تھے تو دنیا کے ہر خطے میں مسلم دینی مدارس کے نوجوانوں نے ان کی مزاحمت کی تھی۔ متحدہ ہندوستان میں سید اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کے پیروکار انہیں مدارس کے اساتذہ اور طلبہ تھے۔ افغانستان اور روسی ریاستوں میں انہیں مدارس کے لوگوں نے زارِ روس اور ان کے جانشینوں کی مزاحمت کی۔ الجزائر، مراکش، سوڈان، ترکی، شام اور مصر میں یہی طبقہ میدان میں نکلا اور چار سو اللہ اکبر کے نعروں نے برطانوی، امریکی، فرانسیسی، روسی، ولندیزی اور پرتگیزی افواج کا مقابلہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی جہاد، جہادی تعلیم، مدارس اور دینی مدارس کا نام آتا ہے مغربی سامراج کو وہ تمام زخم یاد ہو جاتے ہیں جو ان مدارس کے طلبہ و اساتذہ نے ان کے آباؤ اجداد کو لگائے تھے۔ اس لئے جو بھی چاہے، وہ ان مدارس کے خلاف بات کر کے مغربی سامراج کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

بے نظیر بھٹو کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ وہ مدارس ہے جنھوں نے قرآن، حدیث، فقہ اور تفسیر کا قیمتی سرمایہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کیا ہے۔ ان مدارس کے اساتذہ نے نسل در نسل اپنی زندگیاں تنگ دستی میں گزار دیں، لیکن دین کی اساس سے وابستہ رہے۔ بلاشبہ ان مدارس میں جو نسل پروان چڑھی ہے، اس نے بعض اپنی بشری کمزوریوں کے علی الرغم پوری ملت اسلامیہ کو دینی اور دنیاوی علوم کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور کیا ہے۔ دینی مدارس نہ ہوتے تو پاکستان میں ہر شہری آج "محترمہ" کی طرح "اذان ج رہا ہے" کہتا۔ انہی اداروں کے اثرات کی وجہ سے محترمہ کو نظریہ ضرورت کے تحت محض، دکھلاوے کے لئے تسبیح پھیرنے اور جعلی نقاب پوشی، کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ محترمہ کی دینی مدارس سے دشمنی، بھارت اور مغرب کی ہمدردیاں، دلچسپیاں اور ان کے مفادات کے تحفظ کے بعد یہ بات آج ثابت ہو گئی ہے کہ ان کا اصل وطن، دین اور دلچسپیاں پاکستان اور اسلام سے نہیں بلکہ:

"پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"

مغربی دنیا کو علم کے ان سرچشموں سے دشمنی رکھنے کے بجائے ان سے فیض یاب ہونے کا راستہ نکالنا چاہئے اور مسلم ممالک کے ایسے خوشامدی، لالچی اور نفس پرست حلقوں کو منہ نہ لگائے جو ان کو مسلم امہ کے محسن اداروں سے برسر پیکار رکھ کر اپنا الو سیدھا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

دینی مدارس کے امت اسلامیہ پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا ماسٹر پلان بنانا اب کسی اندرونی یا بیرونی طاقت کے بس کی بات نہیں۔

عوام کی خاطر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایثار

انتخاب:- نشاط حمید عاقب

جب کسی ملک میں قحط پڑتا ہے تو غرباء اور متوسط الحال لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ کئی کئی دن فاقہ سے گزر جاتے ہیں مگر امراء اور اعلیٰ حکام پر قحط کا بہت کم اثر پڑتا ہے انکے تکلفات میں مطلق کمی نہیں ہوتی۔ انکی ضروریات جس آسانی سے ایام قحط سے پہلے مہیا ہوتی تھیں اسی آسانی سے دورانِ قحط میں بھی پوری ہوتی رہتی ہیں۔ بلکہ باوجود ملک میں قحط ہونے کے جب انکا دورہ ہوتا تو دودھ، گھی، مرغ اور ہر قسم کی آسائشیں انکے کیمپ میں پہلے ہی موجود ہوتی ہیں۔ لیکن اسلام نے اس ناانصافی و سنگدلی کی تعلیم نہیں دی۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا تو آپ نے عہد کیا جب تک عام طور پر بازاروں میں دودھ اور گھی نہ ملنے لگے میں بھی اس کو ترک کرتا ہوں۔

اتفاقاً ایک دن بازار میں دودھ اور گھی آیا۔ آپ کے ایک غلام نے سب خرید لیا اور باقی لوگ منہ دیکھتے رہ گئے۔ آپؓ کو خبر ہوئی غلام کو بلوایا اور ڈانٹا کہ تم نے سب خرید کر لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے جاؤ سب کو تقسیم کر دو میں ہرگز نہیں لوں گا جب تک خود تکلیف نہ اٹھاؤں لوگوں کی تکلیف کا اندازہ کس طرح کر سکتا ہوں۔